عالم اسلام کے موجودہ مسائل

(قسط دوم)

جناب اختر راہی ایم۔اے

تحریک صلیب و ہلال کی رزمگاہ

قبرص میں کیا ہو رہا ہے۔؟

جن دنوں برطانوی تسلط کے خلاف عوام کی جدوجہد شروع تھی۔ قبرصی عیسائیوں میں اینوسس (ENOSIS) کی تحریک شروع ہو گئی۔ اینوسس کا لغوی مطلب "الحاق" ہے۔ جارج ہل کے بیان کے مطابق " اینوسس درحقیقت بازنطینی سلطنت کے احیاء کی تحریک ہے۔ قبرصی خواہ اس کا یونان سے کوئی خونی یا نسلی رشتہ نہ ہو لیکن اگر وہ کیتھولک مسیحی ہے تو وہ اپنے آپ کو یونانی ہی تصور کرتا ہے " اس تحریک کا مطالبہ تھا کہ قبرص کا یونان سے الحاق ہونا چاہیئے تاکہ عظیم بازنطینی سلطنت زندہ ہو سکے۔

اینوسس کے حامیوں کے دلائل میں سب سے بڑی دلیل یونان اور قبرص کا دیومالائی رشتہ ہے۔ کیونکہ یونان کی قدیم دیومالا میں قبرص کا ذکر موجود ہے۔ لیکن اہلِ تحقیق اس رشتے کو درست خیال نہیں کرتے۔ جارج ہل نے لکھا ہے کہ اینوسس کے حامیوں نے قبرص کو یونان سے منسلک کرنے کے لیئے ایلیڈ (ILIAD) کی قدیم کہانیوں میں ردوبدل کیا ہے۔ تاکہ اس کی مشرقی ثقافت سے وابستگی کو ختم کیا جا سکے۔

یہ تحریک بعد میں تشدد پسندی میں تبدیل ہو گئی اور ایک دہشت پسند تنظیم ایوکا (EOKA) قائم ہو گئی۔ اس تحریک میں کیتھولک عیسائی شامل ہیں اور دہشت پسندانہ سرگرمیاں جاری ہیں۔ اس کی سرگرمیوں کا باقاعدہ آغاز ۱۹۵۰ء سے ہو گیا تھا۔ یونان نے جنرل گریفاس کے ذریعے اس کی تائید کی اور کئی مذہبی تنظیموں نے اس دہشت پسندی کو مذہبی حمایت مہیا کی۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو میکاریوس کو آرتھوڈکس کلیسا کا اسقف بنایا گیا تو اس نے مندرجہ ذیل حلف اٹھایا :

" میں مقدس حلف اٹھاتا ہوں کہ میں قومی آزادی کے لیئے زندگی وقف کر دوں گا

اور پوری زندگی استقامت سے کوشش کروں گا کہ قبرص کا الحاق یونان سے ہو جائے ۔"

میکاریوس جو یہ حلف اٹھا کہ قبرصی عیسائیوں کا نمائندہ بن گیا تو اس نے قبرصی مسلمانوں کیلئے زندگی تنگ کر دی۔ وہ ایک غریب گڈریئے کا بیٹا ہے۔ بچپن ہی سے خود سر اور سرکش تھا۔ جب اسے نکوسیا کی ایک خانقاہ میں داخل کیا گیا تو وہاں کے پادری نے اسے ڈاڑھی بڑھا لینے کو کہا۔ میکاریوس نے صاف انکار کر دیا۔ پادری نے سزا دی تاہم وہ مار کھاتا رہا۔ اور ہر ضرب پہ "نہیں نہیں" کہتا رہا۔ پادری جب ناکام ہو گیا تو اس نے میکاریوس کو خانقاہ چھوڑ دینے کا حکم دیدیا۔ میکاریوس چپکے سے باہر نکلنے لگا۔ لیکن پادری نے اس کی ہٹ دھرمی کے سامنے ہتھیار ڈال دئے اور واپس بلا لیا۔ اس امر سے میکاریوس کی انانیت مطمئن ہو گئی اور پادری کے سامنے سر جھکا دیا اور ڈاڑھی چھوڑ دی۔

خانقاہ میں مذہبی تعلیم پانے کے بعد وہ ایتھنز یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ ملک پر نازی قبضہ یعنی ۱۹۴۶ء تک وہیں رہا۔ بعد ازاں بوسٹن یونیورسٹی سے دینیات میں ایم اے کی ڈگری لی اس سارے عرصے میں عملی سیاست سے دور محنتی طالب علم کے طور پہ زندگی گزارتا رہا۔ ۳۵ سال کی عمر میں بشپ اور پھر دو سال کے بعد لارڈ بشپ مقرر ہوا۔ پھر قبرص کا ایتھنارک یعنی سربراہ کلیسا، پولیٹیکل ایجنٹ اور ٹیکس کلکٹر بن گیا۔ میکاریوس کی صورت میں برطانیہ کو ایک اچھا مددگار مل گیا تھا۔ لیکن جلد ہی برطانیہ کی امیدوں پہ پانی پھر گیا جب اس نے "ایوکا" کی سرگرمیوں کی اخلاقی امداد شروع کر دی۔

۱۹۵۵ء میں برطانوی حکومت سے قبرص میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا۔ مارچ ۱۹۵۶ء میں میکاریوس کو گرفتار کر لیا گیا اور جزائر سیشلز میں جلاوطن کر دیا گیا۔ میکاریوس کی گرفتاری پہ "ایوکا" کی دہشت گردی عروج پہ پہنچ گئی۔ جزیرے میں برطانیہ کے تیس ہزار فوجی مقیم تھے۔ "ایوکا" نے ان سپاہیوں کا ناک میں دم کر دیا۔ برطانوی سپاہیوں اور ان کے اہل خانہ کو موت کے گھاٹ اتارنے لگے۔ برطانیہ نواز قبرصیوں کی فہرست تیار کرتے اور انہیں ٹھکانے لگا دیتے۔ یہ دہشت گردی اور سول نافرمانی اس وقت تک جاری رہی جب تک میکاریوس کو جلاوطنی سے واپس نہ بلا لیا۔

"ایوکا" نے قبرصی مسلمانوں کے لئے عجیب صورت حال پیدا کر دی۔ مسلمانوں کو ایک طرف برطانیہ دبا رہا تھا اور دوسری طرف انہیں یونانی قبرصیوں کا نشانۂ مشق بننا پڑا۔ ۱۹۵۵ء — ۱۹۵۸ء

میں مسلم ترک اقلیت پر شدید مظالم ڈھائے گئے ۔ اور مسلمان لیڈر ڈاکٹر فاضل کوچک نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ۔

چنانچہ ۱۹۵۹ء میں لندن میں تین طاقتیں مصالحت کے لئے جمع ہوئیں ۔ برطانیہ (حکمران طاقت) یونان (عیسائی قبرصیوں کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ دار سلطنت) اور ترکی (مسلمان قبرصی اقلیت کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار سلطنت)۔ لندن اور زیورچ میں ۲۳ ماہ کے مذاکرات کے بعد معاہدہ طے پایا ۔ چنانچہ اگست ۱۹۶۰ء میں ۸۲ سال کے بعد جزیرہ برطانیہ سے آزاد ہو گیا ۔ اور اقتدار جزیرے کے باشندوں کی طرف منتقل کر دیا گیا ۔ لیکن انتقال اقتدار سے بیشتر جزیرے کی دو بڑی قوموں کے درمیان اس حد تک منافرت پھیل گئی تھی کہ ان کا باہم مل جل کر کاروبار حکومت چلانا ناممکن ہو گیا ۔ مسلمان ترکوں کی طرف سے اس مسئلے کا حل "تقسیم قبرص" پیش کیا گیا ۔ مگر برطانوی ڈپلومیسی کے سامنے مسلمانوں کا یہ مطالبہ صدا بصحرا ثابت ہوا ۔ اور ان کا مستقبل تاریک سے تاریک تر بنا دیا گیا ۔

سہ طاقتی مذاکرات کے بعد آزاد قبرص کے لئے آئین ترتیب دیا گیا ۔ جس کے مطابق :

۱۔ قبرص ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے جس کا نظام حکومت صدارتی ہے ۔

۲۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کو اپنی اپنی زبان کا تحفظ حاصل ہے ۔

۳۔ ملک کے انتظامی اختیارات صدر اور نائب صدر کو مشترکہ طور پر حاصل ہیں ۔ صدر عیسائی آبادی اور نائب صدر مسلمان آبادی سے لیا جائے گا ۔

۴۔ ملک کے ایوان نمائندگان میں عیسائیوں کے لئے ستر فیصد اور مسلمانوں کے لئے تیس ۳۰ فیصد نشستیں مقرر ہیں ۔

۵۔ نائب صدر کو ہر معاملے اور ہر قانون کے خلاف حق تنسیخ حاصل ہے ۔ اور کوئی ترمیم نائب صدر کی رضامندی کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتی ۔

اگست ۱۹۶۰ء میں قبرص آزاد ہوا ۔ پہلا صدر میکاریوس بنا اور نائب صدر ڈاکٹر فاضل کوچک ہوئے ۔ میکاریوس کو یہ آئین منظور نہیں تھا ۔ کیونکہ اس میں قبرص کی دونوں قوموں کو مساوی حقوق دئے گئے تھے ۔ چنانچہ میکاریوس نے ترک مسلمان نمائندوں کو مجبور کرنا شروع کر دیا کہ وہ دستور میں ترمیم منظور کر لیں ۔ نائب صدر ڈاکٹر فاضل کوچک نے اسے قبول نہ کیا ۔ ان کا کہنا تھا کہ مسئلہ اکثریت و اقلیت کا نہیں ۔ بلکہ دو قوموں ترک مسلمانوں اور یونانی عیسائیوں کا ہے ۔ دونوں کو مساوی آئینی حقوق

ملنے چاہئیں۔

میکاریوس نے آئین میں بجبر ترمیم کی تحریک چلا رکھی ہے۔ اس سلسلے میں اس نے کئی اقدامات کئے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں اس نے جداگانہ بلدیاتی اداروں کو ختم کرنے کی تجویز پیش کی تاکہ مسلمان اقلیت کے جداگانہ تشخص کو ختم کر کے اکثریت میں مدغم کر لیا جائے۔ ڈاکٹر فاضل نے میکاریوس کے اس خلاف آئین اقدام کو مسترد کر دیا۔ اور جب معاملہ عدالت تک پہنچا تو عدالت نے بھی میکاریوس کے دعویٰ کو رد کر دیا۔

اگست ۱۹۶۳ء میں اس نے دوبارہ سازش کا آغاز کیا۔ اس نے آئین کو از سر نو مدوّن کرنے کا اعلان کیا تاکہ صدر اور نائب صدر کا حق تنسیخ ختم کر دیا جائے اور بلدیاتی اداروں کا فرق مٹا دیا جائے۔ انتظامیہ میں مسلمانوں کی نمائندگی تیس ۳۰ فیصد سے گھٹا کر اٹھارہ ۱۸ فیصد کر دی جائے، ڈاکٹر فاضل کوچک نے تنبیہ کی کہ تبدیلیٔ آئین کی صورت میں مسلمان عدم تعاون کی تحریک شروع کر دیں گے۔ میکاریوس کی ہٹ دھرمی نے جب دستور تبدیل کرنا شروع کر دیا تو مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ اور یونانی غنڈوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دی۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۳ء کو وسیع پیمانے پر "ایوکا" کے غنڈوں اور متعصّب عیسائیوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان اس تشدّد اور قتل و غارت سے تنگ آ کر نیا آئین قبول کر لیں گے یا بصورتِ دیگر صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔

قبرص کے دارالحکومت نکوسیا میں پانچ دن تک غیر ملکی نامہ نگاروں کو داخل نہ ہونے دیا گیا۔ ۲۶ دسمبر کو جب نامہ نگار ترک بستیوں میں داخل ہوئے تو انہوں نے وہ خونیں اور دہشت انگیز مناظر دیکھے جو متعصّب عیسائیوں نے اپنے ہم وطنوں کو کرسمس کے تحفے کے طور پر پیش کئے تھے۔ اس بربریت اور سفاکی پر انسانی ضمیر تلملا اٹھا اور پوری دنیا نے رنج و غم کا اظہار کیا۔

معاہدہ لندن ۱۹۵۹ء کی رو سے ترکی پر قبرصی مسلمانوں کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی ترکی نے میکاریوس کو تنبیہ کی لیکن میکاریوس یونان کی پشت پناہی کے بل پر اپنے ناپاک ارادوں سے باز نہ آیا۔ آخر ترکی کی فضائیہ نے ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء کو نکوسیا پر پرواز کی اور مظلوم مسلمانوں کو بربریت اور سفاکی سے نجات ملی۔

۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کو اقوام متحدہ نے مداخلت کی کیونکہ قبرص کے میکاریوس کی طرف سے

شکایت کی گئی تھی کہ ترکی نے ان کے داخلی معاملات میں مداخلت کی ہے۔ سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر کے غور و فکر کیا گیا۔ سیکرٹری کونسل کے سامنے ترکی نے واضح کیا کہ کس طرح مسلمانوں کی نسل کشی کی مہم جاری ہے۔ اور ان کے حقوق کس طرح غصب کئے جا رہے ہیں۔ ایک ہفتہ میں ۹۹ مسلمان شہید، ۷۰ زخمی اور ۱۵۴ لاپتہ ہوئے۔ مجموعی طور پہ ترک مسلمانوں کا جو نقصان ہوا اس کی تفصیل اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کی رپورٹ کی رو سے یہ ہے:

ترکوں کے ۵۲۷ گھر بالکل مسمار کر دئے گئے۔ دو ہزار مکانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ یہ تباہی جزیرے کی ایک سو نو ۱۰۹ بستیوں میں ہوئی۔ چار ہزار ترک مسلمانوں کو سرکاری ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ ۲۵ ہزار ترکوں کو بستیوں سے نکال دیا گیا ہے اور ۵۶ ہزار افراد انجمن ہلال احمر کے محتاج ہو گئے ہیں۔ ان میں ۲۵ ہزار وہ ہیں جنہیں گھروں سے محروم کر دیا گیا ہے، ساڑھے ۲۳ ہزار وہ ہیں جو بے روزگار ہو گئے ہیں اور ساڑھے سات ہزار وہ ہیں جن کے رشتہ دار اس جنگ میں لاپتہ ہو گئے ہیں، ترک آبادی کی جس انداز سے ناکہ بندی کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرص کی یونان پسند حکومت اس مسئلے کو اقتصادی دباؤ کے ذریعے حل کرنا چاہتی ہے۔"

میکاریوس کے زیر سرکردگی "ایوکا" کے غنڈوں کی یہی دہشتناک کاروائیاں ہیں جنہیں دیکھ کر ایک برطانوی نمائندے نے کہا تھا کہ "ان قبرصی یونانیوں سے بڑھ کر خونخوار ذہنیت والے لوگوں سے مجھے آج تک کبھی واسطہ نہیں پڑا۔

حالات کی نزاکت کے پیش نظر ۱۵ فروری ۱۹۶۴ء کو لندن میں برطانیہ، ترکی، یونان اور قبرص کی دونوں جماعتوں کے راہنماؤں کی ملاقات ہوئی تاکہ پیش آمدہ صورت حال پر غور کیا جائے اور موزوں حل تلاش کیا جائے۔ لیکن یونانیوں کے انتہاپسند طرز عمل کے پیش نظر تعطل پیدا ہو گیا اور قبرص میں دوبارہ آگ اور خون کی ہولی کھیلی جانے لگی، گولیاں چلنے لگیں اور مسلمان کی لاشیں تڑپنے لگیں۔

۱۸ فروری ۱۹۶۴ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا دوسرا اجلاس ہوا جس میں قبرص میں امن فوج بھیجنے کی تجویز پاس ہوئی۔ چنانچہ تین ماہ کیلئے امن فوج بھیج دی گئی۔ امن فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی ترک اور یونانی آبادیاں علیحدہ ہو گئی تھیں اور نکوسیا میں دونوں جماعتوں کی آبادیوں کے درمیان

"گرین لائن" کی حدبندی کر دی گئی۔

۲۷ مارچ کو اقوام متحدہ کی امن فوج نے جزیرے میں کام شروع کر دیا۔ تین ماہ کی مدت کے خاتمے پر امن فوج کے قیام میں اضافہ کر دیا گیا۔ تین چھ ہزار سپاہیوں کی یہ فوج محض "امن" کی حفاظت کرتی رہی۔ مسلمان ترکوں کی حفاظت جان و مال میں ناکام ہو گئی۔ قبرص دہشت پسندوں نے "فاماگسٹا" کی بندرگاہ کو اسلحہ کی بیرون ملک سے فراہمی کا اڈہ بنا لیا۔ میکاریوس نے روس کی دیرینہ ترک دشمنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلحہ حاصل کیا اور سلامتی کونسل میں روس کی تائید حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔

اگست ۱۹۶۴ء کے آغاز میں پھر فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے۔ ترکی نے مداخلت کی۔ ۹ اگست کو اقوام متحدہ کی مداخلت پر فوری طور پر جنگ بندی کا اعلان کر دیا گیا۔ ۱۰ اگست کو قبرص اور ترکی نے بھی جنگ بندی قبول کر لی۔ لیکن جنگ بندی کے باوجود آج تک فسادات جاری ہیں اور مسلمانوں کو امن و چین سے زندگی گزارنے کا موقع نہیں مل رہا۔ اور مسئلہ قبرص عالمی ضمیر کو پکار رہا ہے۔

یونانی عیسائیوں اور ترک مسلمانوں کے اس اقتصادی و سیاسی اختلاف کی تہ میں مذہبی اختلاف کام کر رہا ہے۔ میکاریوس اسلحہ خریدنے کیلئے جو اپلیں کرتا ہے وہ مذہبی بنیادوں پر ہوتی ہیں اور چندہ دینے والے مسلم کشی کے مقصد کی خاطر ہی چندہ دیتے ہیں۔ ایک طرف وہ قبرص کا صدر ہے اور ایک ایسی ریاست جس کی ۶ لاکھ آبادی ہے ۱۸ فیصد آبادی مسلمان اور ۲ فیصد دوسری غیر مسیحی اقوام ہیں دوسری طرف وہ آرتھوڈکس کلیسا کا لارڈ بشپ ہے لیکن اس کی سرکاری کار پر "صدر قبرص" کی پلیٹ کی بجائے "قبرص کے لارڈ بشپ" کے الفاظ رقم ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں مسیحی ممالک کے پریس بھی اسی جذبہ صلیب سے سرشار ہیں۔ امریکہ کے عوام کا انداز فکر "لائف" کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جن قبرصی مسلمانوں نے اپنے دفاع کی خاطر جان عزیز کی قربانیاں دیں ان کے بارے میں "لائف" نے لکھا۔

" لاشیں پڑی ہیں۔ ان پر کوئی کفن نہیں ہے۔ اور نہ ان کے مذہبی مراسم ادا کئے گئے ہیں کیونکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شہید ہو جاتے ہیں وہ براہ راست جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور ان کیلئے کلمہ دعا کہنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

دوسری طرف مسلمان آبادی بھی پوری مذہبی قوت اور جذبہ سے اپنی ثقافت کی حفاظت کر رہی ہے۔ اور آج قبرص واقعتاً صلیب و ہلال کی رزمگاہ ہے۔

▪▪